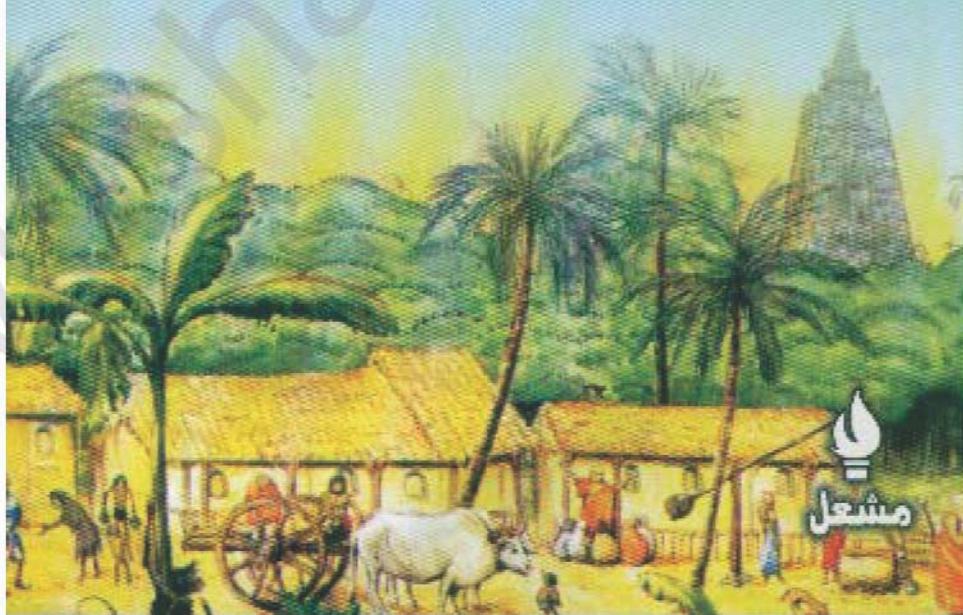


# عرب وہند کے تعلقات

سید سلیمان ندوی



# عرب و ہند کے تعلقات

سید سلیمان ندوی

مشعل بکس

آر بی - ۵، سکینڈ فلور، عوامی کمپلکس، عثمان بلاک،  
نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔ ۵۳۶۰۰ پاکستان

# عرب و ہند کے تعلقات

سید سلیمان ندوی

کالپ رائٹ (c) 2004 مشعل بکس

ناشر: مشعل بکس  
آر۔ بی۔ ۵۔ سینٹ فلور، عوامی کمپلکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور،  
پاکستان 54600  
فون فلکس: 042-35866859

E-mail: mashbks@brain.net.pk  
<http://www.mashalbooks.org>

## فہرست

5	تعاقات کا آغاز اور عرب سیاح	باب نمبر ۱:
17	تجاری تعلقات	باب نمبر ۲:
61	علمی تعلقات	باب نمبر ۳:
106	ذہبی تعلقات	باب نمبر ۴:
140	ہندوستان، مسلمانوں کی نتوحات سے پہلے	باب نمبر ۵:

## عرب و ہند کے تعلقات

### تعلقات کا آغاز اور ہندوستان کے عرب سیاح

عرب اور ہندوستان دونوں ملک دنیا کی دو قومیں ایشیان قوموں کی مذہبی تیرتھ اور عبادت گاہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر اپنی اپنی قوموں کے نزدیک پاک اور مقدس ہیں۔ اس مسئلہ میں بہت سے اختلافات ہیں کہ ہندوستان کے اصلی باشندے کون ہیں؟ آریہ قوم کا دعویٰ تو آپ نے سنا ہوا گا۔ مگر کیا عربوں کا پرانا دعویٰ بھی آپ نے سنا ہے؟ آریہ قوم اس ملک میں چند ہزار برس گزرے ہوں گے کہ ایشیائے وسطیٰ سے پنجاب میں وارد ہوئی اور پھر آگے بڑھ کر گنگا جمنا کے دو آبے میں پھیل گئی۔ مگر اہل عرب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہندوستان سے ان کا تعلق صرف چند ہزار برس کا نہیں بلکہ پیدائش کے شروع سے یہ ملک ان کا ”پدری وطن“ ہے۔

حدیثوں اور تفسیروں میں جہاں حضرت آدم کا قصہ ہے۔ وہاں متعدد روایتوں سے یہ بیان آتا ہے کہ حضرت آدم جب آسمان کی جنت سے نکالے گئے تو وہ اسی زمین کی ”جنت“ میں جس کا نام ”ہندوستان جنت نشان“ ہے اتارے گئے۔ سراندیب (لکا) میں انہوں نے پہلا قدم رکھا جس کا نشان اس کے ایک پہاڑ پر موجود ہے۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم<sup>(۱)</sup> میں ہے کہ ہندوستان کی اس سر زمین کا نام جس میں حضرت آدم اترے ”سجنا“ ہے۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ”دجنا“ ہندی کا ”دکھنا“ یا ”دھن“ ہے جو ہندوستان کے جنوبی حصے کا مشہور نام ہے؟ اور چونکہ عرب کے ملک میں متعدد قسم کی خوشبویں اور مسائلے اسی جنوبی ہند سے جاتے

-۱- تفسیر درمنشور سیوطی جلد اول صفحہ ۵۵۔ مصر میں یہ اور اس کے بعد کی روایتیں موجود ہیں۔ ساتھ سبعة المرجان فی تاریخ ہندوستان کا پہلا باب پڑھنا چاہئے۔

تھے اور پھر عربوں کے ذریعہ وہ تمام دنیا میں پھیلتے تھے اس لئے ان کا بیان ہے کہ یہ چیزیں ان تھنوں کی یادگاریں ہیں جو حضرت آدم اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے۔ ان تھنوں میں سے چھوہارے کے سوا دو پھل یعنی لمبوں اور کیلے ہندوستان ہی میں موجود ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ امر و بھی جنت ہی کامیوہ تھا جو ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جنت سے چار دریا لٹکے ہیں۔ نیل، فرات، یمون، سکون۔ نیل تو مصر کا دریا ہے جس پر مصر کی زراعت کا دار و مدار ہے۔ اسی طرح فرات کی جواہیت عراق کی سر بیزی و شادابی کے لئے ہے وہ ظاہر ہے۔ یمون ترکستان کا دریا ہے اور ترکستان کے لئے اس کی وہی حیثیت ہے جو نیل و فرات کی مصر و عراق میں ہے اور سکون کے متعلق ہے کہ ہندوستان کے دریا کا نام ہے۔ کیا جنت کے اس چوتھے دریا کو ”گنگا“ سمجھا جائے؟ بعض لوگوں نے اس کو دریائے سندھ قرار دیا ہے۔

میر آزاد بلگرامی نے سجھہ المرجان فی آثار ہندوستان میں کئی صفحے ہندوستان کے ان فضائل کے بیان کے نذر کئے ہیں اور اس میں یہاں تک کہا ہے کہ جب آدم سب سے پہلے ہندوستان اترے اور یہاں ان پر وحی آئی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہی وہ ملک ہے جہاں خدا کی پہلی وحی نازل ہوئی اور چونکہ نورِ محمدی حضرت آدم کی پیشانی میں امانت تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی ظہور اسی سر زمین میں ہوا۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ ”مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے۔“ یہ تمام روایتیں فن حدیث کے لحاظ سے بہت کم درج ہیں۔ تاہم ان سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ جو عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا تعلق ہندوستان سے محمود غزنوی کے فتوحات کے سلسلہ میں ہوا اور وہ اس کے بعد یہاں آ کر آباد ہوئے یہ کس قدر غلط ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اس ملک کو اپنا مفتوح ملک نہیں بلکہ اپنا موروٹی پدری وطن سمجھتے ہیں اور جو نہیں سمجھتے ہیں ان کو سمجھنا چاہئے۔ خیر یہ تو تاریخ کی یاد سے پہلے کی باتیں ہیں۔ اگر تاریخی نظر سے دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ وہ محمود سے سینکڑوں برس پہلے ہندوستان آچکے تھے اور جگہ جگہ ان کی نوازدیاں قائم تھیں۔

اسلام کے بعد عربوں اور مسلمانوں میں نبھی حیثیت سے سب سے بڑا درجہ سادات یعنی سیدوں کا ہے۔ موجودہ سادات خاندانوں کا بہت بڑا حصہ حضرت امام حسین کے صاحبزادہ حضرت امام زین العابدین کی نسل سے ہے۔ حضرت زین العابدین کی ماں عرب نہ

تھیں۔ ایرانیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ایرانی تھیں اور خاندان شاہی سے تھیں۔ مگر مورخوں میں سے بعض نے ان کو سندھ کی پتایا ہے<sup>(۱)</sup> اگر یہ اخیر قول صحیح ہو تو اس کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ عرب و اسلام کے سب سے شریف و مقدس خاندان کے پیدا کرنے میں ہندوستان کا بھی حصہ ہے؟ اور یہ کہنا بھی صحیح ہو گا کہ اور مسلمان ہوں یا نہ ہوں مگر سادات آل زین العابدین علی ہمیشہ سے نیم ہندوستانی ہیں۔

شمالی ہندوستان میں درہ خیر سے آنے والے مسلمان ترکوں اور افغانوں کا زمانہ چوتھی صدی ہجری کا آغاز ہے چنانچہ محمود نے لاہور ۹۱۸ھ میں فتح کیا۔ لیکن جنوبی ہندوستان بار ملیپار اور کارومندل سے گجرات تک کا علاقہ اس کے سینکڑوں برس بعد تک بھی مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں آیا۔ گجرات سلطان علاء الدین خلجی نے سنہ ۶۹۷ میں فتح کر کے ولی کے مقبوضات میں شامل کیا اور مدراس کی طرف صرف ایک دفعہ سلطان علاء الدین کی فوجوں نے اسی زمانہ میں ملیپار اور کارومندل کے ساحل تک عبور کیا تھا لیکن وہ فتح ناپایدار تھی اور بعد کو بیجا نگر کی دیوار نے صدیوں تک افغانوں اور مغلوں کو آگے بڑھنے نہیں دیا۔ لیکن کی پہنچی سلطنت کی پوری زندگی بیجا نگر کے ساتھ لڑائی جھگڑوں میں کٹی مگر کرشنا سے آگے وہ کسی طرح نہ بڑھ سکی۔ البتہ پہنچی سلطنت کی راکھ سے جو پانچ شعلے اٹھے انہوں نے بڑی مشکل سے سنہ ۱۵۲۵ء میں اس کو جلا کر بے نام و نشان کیا۔ پھر بھی چھوٹی چھوٹی ہندو ریاستیں عالم گیر کے زمانہ تک قائم رہیں۔ ارکات، میسور اور مدراس کے علاقوں پر انہوں نے یوں ہی اچھتا ساقدم رکھا لیکن ان میں سے کوئی بھی دیر تک وہاں جنم نہ سکا۔

اس پیاس سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں دکھاؤں کہ ہندوستان کے کتنے علاقوں پر درہ خیر سے اٹھنے والی موجود کا براہ راست یا بالواسطہ اثر کب پڑا اور ہمارے مضمون کا تعلق ہندوستان کے کس علاقے سے کس وقت تک ہے۔

پنجاب سنہ ۱۰۲۳ھ سندھ سنہ ۱۱۸۶ھ، بیل، قنوج، اودھ، بنارس، سنہ ۱۱۹۳ء، بہار و بیگال، سنہ ۹۵۵ھ-۹۹۵ھ، دکن (دیو گیر) سنہ ۱۲۹۳ھ، گجرات سنہ ۱۲۹۷ھ، مہاراشٹر، مدراس سنہ ۱۳۱۲ھ

اس لئے عربوں اور ہندوؤں کے باہمی تعلقات کی تشریع میں ہر صوبہ کے متعلق اس

کے خبر سے آنے والی قوموں کے ہاتھوں سے مفتوح ہونے تک ہم اس کے حالات بیان کر سکتے ہیں۔

ہندوستان اور عرب دنیا کے وہ ملک ہیں جو ایک حیثیت سے ہمسایہ اور پڑوسی کہہ جا سکتے ہیں۔ ان دونوں کے بیچ صرف سمندر حائل ہے جس کی سطح پر ایسی وسیع اور لمبی چوڑی سڑکیں لٹکی ہیں جو ایک ملک کو دوسرے سے باہم ملاتی ہیں۔ یہ دونوں ملک ایک سمندر کے دو آمنے سامنے کے خشکی کے کنارے ہیں۔ اس جل تھل سمندر کا ایک ہاتھ اگر عربوں کے ارض حرم کا دامن تھا میں ہے تو اس کا دوسرا ہاتھ ہندوؤں کے آریا درت کے قدم چھوتا ہے۔ دریا کنارے کے ملک فطرۃ تجارتی ہوتے ہیں۔ یہی پہلا رشتہ ہے جس نے ان دونوں قوموں کو باہم آشنا کیا۔ عرب تاجر ہزاروں برس پہلے سے ہندوستان کے ساحل تک آتے تھے اور یہاں کے بیوپار اور پیداوار کو مصر اور شام کے ذریعہ یورپ تک پہنچاتے تھے اور وہاں کے سامان کو ہندوستان، جزائر ہند، چین اور جاپان تک لے جاتے تھے۔

عربوں کا راستہ یہ تھا کہ وہ مصر و شام کے شہروں سے چل کر خشکی خشکی بحر احمر (ریڈ سی) کے کنارے کنارے جا زکو ط کر کے یمن تک پہنچتے تھے اور وہاں سے بادیانی کشیوں پر بیٹھ کر کچھ تو افریقہ اور جیشہ کو چلے جاتے تھے اور کچھ وہیں سے سمندر کے کناروں کو ط کر کے خلیج فارس کے ایرانی ساحلوں سے گزر کر یا تو بلوجہستان کی بندرگاہ تیز میں اتر پڑتے تھے یا پھر آگے بڑھ کر سندھ کی بندرگاہ دیبل (کراچی) میں چلے آتے تھے اور پھر اور آگے بڑھ کر گجرات اور کاٹھیاوار کی بندرگاہ تھانہ (مبئی) کھمباٹت چلے جاتے تھے۔ پھر آگے بڑھتے تھے اور سمندر سمندر کالی کٹ اور راس کماری پہنچتے تھے اور پھر کمبی مدراس کے کسی کنارے پر ٹھہرتے تھے اور کبھی سراندیپ، انڈیمان ہو کر پھر سیدھے مدراس کی مختلف بندرگاہوں پر چکر لگاتے ہوئے خلیج بنگال میں داخل ہو جاتے تھے اور بنگال کی ایک دو بندرگاہوں کو دیکھتے ہوئے بہما اور سیام ہو کر چین چلے جاتے تھے اور پھر اسی راستے سے لوٹ آتے تھے۔

الغرض اس نقشہ سے معلوم ہو گا کہ ان کے جہازات ہندوستان کے تمام دریائی شہروں اور جزیروں میں بر ابر چکر لگایا کرتے تھے اور تاریخ کی یاد سے پہلے سے ان کی مسلسل آمد روفت جاری تھی۔

دنیا کی پہلی دریائی تاجر قوم کا نام فرنیش ہے۔ یہ یونانی نام ہے۔ عبرانی میں ان کا نام

کنعتی ہے اور آرامی بھی ان کو کہتے ہیں۔ اہل عرب ان کو ارم کہتے ہیں اور یہی نام قرآن پاک میں ہے عاد اور ذات العمال ”بڑے بڑے ستونوں اور عمارتوں والے عادارم“ اور اسی مناسبت سے عربی تفصیل کے ذریعہ سے ”بہشت ارم“ ہماری زبان میں بھی بولتے ہیں۔ یہ کون قوم تھی؟ محققین کا بیان ہے کہ یہ عرب تھے جو ساحل بحرین کے پاس سے اٹھ کر شام کے ساحل پر جا بے تھے۔ بحرین گویا مشرق میں مشرقی ملکوں کی بندرگاہ ان کی تھی اور تاریخ شام میں بح روم (میڈیٹریٹنین سی) کے کنارے ان کی مغربی بندرگاہ تھی جہاں سے وہ یونان کے جزیروں میں اور یورپ کے شہروں اور شامی افریقہ کے کناروں تک چلے جاتے تھے اور ادھر مشرق میں وہ ایران، ہندوستان اور چین تک کی خبر لیتے تھے۔ اسی قوم کے ذریعہ سے یونان میں تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا اور شامی افریقہ کے کنارے کا رچنگ کی بنیاد پڑی لیکن ان کے جواہرات مشرقی ملکوں میں پڑے ان کا پورا اندازہ نہیں لگایا گیا ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان کی تمام تحریریں بلکہ تمام آرین تحریریں باسیں طرف سے لکھی جاتی ہیں لیکن اس آریا درست کی ابتدائی تحریریں حیرت سے سنا جائے گا کہ سامی طرز تحریر کی طرح دہنی طرف سے شروع ہوتی تھیں۔ علاوہ اس کے لئے کا طریقہ بھی اسی تا جر قوم سے شاید سیکھا گیا تھا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (طبع ۱۱) کے مضمون سنکرت کا لکھنے والا یہاں کی ابتدائی تحریر کی تاریخ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

”ہندوستانی حروف کی ابتداء کا مسئلہ ابھی شکوک سے گھرا ہوا ہے۔ ہندوستانی تحریر کے قدیم ترین نمونے وہ کتابت ہیں جو چٹانوں پر کندہ ہیں۔ یہ پالی زبان (وہ پراکرت جو جنوبی بودھ مذہبی تحریریں کے لئے استعمال کی جاتی تھی) کے وہ مذہبی احکام ہیں جن کو (سنہ ۲۵۳ ق م) میں موریہ خاندان کے شہنشاہ اشوك نے کندہ کرایا تھا اور یہ شامی ہند میں شامی مغربی سرحد پر پشاور کے مضافات اور گجرات میں گرناڑ سے لے کر مشرقی ساحل پر، کٹک کے ضلع میں جو کادہ اور دھوپی کے لئے ہوئے ہیں انہائے مغرب کے وہ کتابت جو کپوردا گلہی یا شہباز گلہی اور منصورہ کے قرب و جوار میں ہیں دوسرے کتابت کے حروف جبکہ سے بالکل جدا گانہ حروف میں لکھے گئے ہیں۔ وہ دہنی جانب سے باسیں جانب پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو عموماً ”آرین پالی“ کہا جاتا ہے۔ یہ حروف یونانی اور ایرینا کے ہندی ستھین حکمرانوں کے سکوں میں بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ رہے دوسرے حروف جو باسیں جانب سے دہنی جانب

پڑھے جاتے ہیں ”ہندی پالی“، حروف کہلاتے ہیں۔ مقدم الذکر نے جن کو کھروشی (خروشی) یا گندھارا (لینی) حروف بھی کہا جاتا ہے اور جو بظاہر کسی سامی (اور شاید آرامی) زبان سے ماخوذ ہیں ہندوستان کی بعد کی تحریروں میں کوئی اثر نہیں چھوڑا ہے۔ دوسری طرف ہندی پالی (یا براہمی) حروف جن سے موجودہ ہندوستانی حروف ماخوذ ہیں بہت زیادہ مشکوک الاصل ہیں۔ اور اگرچہ اشوك کے وقت تک اس خط نے بہت زیادہ ترقی کر لی تھی اور اس کو علمی مقاصد میں حیرت انگیز طور پر استعمال کیا جانے لگا تھا تاہم اس کے بعض حروف کا قدیم فیضیقی حروف سے (جو شاید خود مصری ہیروغلفی خط سے ماخوذ تھے) تشابہ یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ شاید یہ بھی سامی الاصل ہوں۔ اس کے اپنے ملک میں روشناس ہونے کے وقت اور ذریعہ کا پتہ شاید اب کبھی بھی نہ چلے۔ بہر حال پروفیسر بولر (Prof. buhler) نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ شاید عراق کے تاجروں نے آٹھویں صدی قم میں ان حروف کو یہاں روشناس کرایا ہوا تاہم سوریہ اور اندرھرا کتابت میں ان حروف نے جو مکمل شکل اختیار کر لی ہے اور جس وسیع حلقہ میں وہ پھیلے ہوئے ہیں ان چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے تسلیم کرنے میں کسی قسم کے شکن و شبک کی گنجائش نہیں ہے کہ ہندوستان میں اشوك سے بہت پہلے فن کتابت کا مختلف اغراض و مقاصد کے لئے استعمال و رواج موجود تھا۔ یہ واقعہ کہ اس عہد کے ادبیات میں تحریر کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے شاید اس بنا پر ہو کہ برہمن اپنی مقدس تصانیف کو ضبط تحریر میں لانا پسند نہیں کرتے تھے۔

”اب رہا ہندوستان میں اعداد کا سوال تو عیسوی سنبھ کے ابتدائی دور میں خروشی کتابت میں جو طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ ابتدائی تین عدد لکیروں کے ذریعے سے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ چار ایک جھکے ہوئے کراس (صلیب) کی طرح ہے اور ۵۔۹ تک اس طرح  $(+)\text{ او }\text{غیره}\text{ تا }(\text{+) }(\text{+) }(\text{+) }$ ۔ اس کے علاوہ  $100^{\circ}$  اور  $100^{\circ}$  کے لئے خاص اعداد ہیں۔ اور باقی دہائیوں کو دس ملا کر یوں لکھا جاتا ہے۔ مثلاً  $50 = 20 + 20 + 20 + 10$ ۔ اس طریقہ کے متعلق ثابت ہو چکا ہے کہ یہ سامی اور شاید ارامی ہے۔ براہمی کتابت میں چھٹی صدی عیسوی تک ایک دوسری قسم کے اعداد استعمال کئے گئے ہیں۔ ایک سے تین تک کے لئے آڑی لکیرس میں پھر  $2 - 9$  تک اکائیوں اور  $10^{\circ}$ ۔

‘۱۰۰۰ اور ۱۰۰۰ کے لئے خاص علامات ہیں۔ یہ طریقہ بہت ممکن ہے کہ مصر سے ماخوذ ہو اور کسور اعشار یہ کیلئے یہ طریقہ جو سب سے پہلے گجرات کے کتبہ میں ملتا ہے شاید بھیں کے تجھیں یا ریاضی دانوں کی ایجاد ہو۔’  
 لیکن اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مہا بھارت کے زمانہ میں بھی ہندوستان میں ایسے لوگ تھے جو عربی زبان سے واقف تھے۔ گوشکل سے اس کا یقین آ سکتا ہے تاہم چونکہ ایک بڑے پنڈت نے اس کو مانا ہے اس لئے مجھے اس کے انکار کی جرأت نہیں۔  
 ”ستیارتھ پرکاش“ کے مصنف سوامی دیانند جی نے گیارہویں سال قلس (پہلا پرو ادھیایہ ۱۲۷) میں لکھا ہے ”کہ مہا بھارت میں جب کوروؤں نے لاکھ کا گھر بننا کر پانڈوؤں کو اس کے اندر جلا کر پھونک دینا چاہا تو درجی نے یہ ہشتر کو عربی زبان میں بتایا اور یہ ہشتر جی نے اسی عربی زبان میں ان کو جواب دیا،“ اگر یہ بیان صحیح ہے تو عربوں اور ہندوؤں کا رشتہ کتنا پرانا ثابت ہوتا ہے۔

عربوں اور ہندوؤں کے درمیان تعلقات کا ایک اور ذریعہ بھی تھا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ شہنشاہ ایران کا بقصہ بلوچستان اور سندھ پر اکثر رہا۔ اس بقصہ کے تعلق سے سندھ کے بعض جنگجو قبیلوں کے فوجی دستے ایرانی فوج میں داخل تھے۔ ان جنگجو قبیلوں میں سے دو کاذکر عربوں نے کیا ہے اور وہ جاث (زط) اور میڈ ہیں۔ یہ دنوں سندھ کی مشہر قویں تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص شکل و صورت کے لوگوں کو دیکھا تھا جن کی نسبت انہوں نے یہ بتایا کہ ”ان کا چجزہ جاؤں کی طرح تھا۔“<sup>(۱)</sup> اس سے معلوم ہو گا کہ اہل عرب چھٹی صدی عیسوی میں بھی جاؤں سے واقف ہے۔ ایرانیوں کو جب شکست ہوئی تو یہ بہادر جاث ہوا کارخ و یکھ کر چند شرطوں کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر سے آ کرمل گئے۔ سپہ سالار اسلام نے ان کی بڑی عزت کی اور ان کو اپنے قبیلوں میں داخل کر لیا۔ حضرت علی نے جنگ جمل کے موقع پر بصرہ کا خزانہ ان ہی جاؤں کی گمراہی میں چھوڑا تھا<sup>(۲)</sup> امیر معاویہ نے ان کو رو میوں کے مقابلہ کے لئے شام کے ساحلی شہروں میں لے جا کر بسایا اور ولید بن عبد الملک نے اپنے زمانہ میں ان کو انتظام کیا ہے میں لے جا

-۱- ترمذی ابواب الامثال

-۱- تاریخ طبری

لفظ ہند

مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس پورے ملک کا کوئی ایک نام نہ تھا۔ ہر صوبے کا نام الگ الگ تھا۔ یا باہر ریاست کا نام اس کی راجدھانی کے نام سے مشہور تھا۔ اہل فارس نے جب اس ملک کے ایک صوبہ پر قبضہ کیا تو اس دریا کا نام جس کواب دریائے سندھ کہتے ہیں اور جس کا نام عربوں کی زبان میں مہران ہے ہندو رکھا۔ پرانی ایرانی زبان اور سنسکرت میں اس اورہ آپس میں بدل اکرتے ہیں۔ اس کی متعدد مثالیں ہیں اس لئے فارس والوں نے اس کو ہند ہو کہہ کر پکارا اور اس سے اس ملک کا نام ہند پڑ گیا۔ عربوں نے جو سندھ کے علاوہ اس ملک کے دوسرے شہروں سے بھی واقف تھے انہوں نے سندھ کو سندھ ہی کہا۔ لیکن اس کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے شہروں کو ہند قرار دیا اور آخر یہی نام تمام دنیا میں مختلف صورتوں میں پھیل گیا اورہ کا حرف الف ہو کر فرنچ میں انداز اندیما اور اس کی مختلف صورتیں ہو کر تمام دنیا میں مشہور ہو گیا اور خبر سے آنے والی قوموں نے اس کا نام ”ہندوستان“ رکھا جو فارسی تلفظ میں ”ہندوستان“ بولا جاتا ہے۔ یہ عجیب حیرت انگیز بات ہے کہ ”ہند“ کا لفظ عربوں کو ایسا پیارا معلوم ہوا کہ انہوں نے ملک کے نام پر اپنی عورتوں کا یہ نام رکھا۔ چنانچہ عربی شاعری میں یہ نام وہ حیثیت رکھتا ہے جو فارسی میں لیلی اور شیرین کی ہے۔

ہندوستان پر عربوں کے حملے

الغرض یہ دوہرے تہرے تعلقات تھے جن کے سبب سے اسلام کے بعد عربوں کو ہندوستان کی طرف توجہ ہوئی اور انہوں نے ایران کی فتح کے بعد اس کی نوآبادیات اور دوسرے مقبوضات کو اپنے تصرف میں لانا ضروری سمجھا اور اس طرح مکران اور بلوچستان کے بعد سندھ کی سرحد ان کے سامنے تھی۔ پھر ان کو اپنے تجارتی چہازوں کی حفاظت کے لئے ہندوستان کی کسی ساحلی بندرگاہ کی تلاش تھی۔ چنانچہ حضرت عمر کے زمانہ حکومت میں عرب چہازوں کے پیڑے کسی معقول بندرگاہ کے قبضہ کے لئے ہندوستان کے سواحل پر منڈلانے لگے۔ آج ممیٹ کا پررونق شہر جہاں آباد ہے اسی کے قریب تھانہ (تانہ) جواب بھی موجود ہے

چھوٹا سا بندر تھا۔ سب سے پہلے سن ۱۵ھ (سن ۲۳۶ء) میں اسی بندرگاہ پر عربوں نے بحرین کے گورنر کے حکم سے پہلا حملہ کیا۔ اس کے بعد بہروچ (بروم) پر فوج کشی کی اور اسی زمانہ میں ایک دوسرے عرب مغیرہ نام نے دیبل پر جو سندھ کی بندرگاہ تھی اور جو ٹھنڈھ یا موجودہ کراچی کے قریب تھا حملہ کیا۔ اس کے چند برس کے بعد حضرت عثمان کے زمانہ میں ایک دریائی دستہ ان بندرگاہوں کی دیکھ بھال کر کے واپس چلا گیا۔ حضرت علیؓ کے عہد میں سن ۳۹ھ (سن ۲۲۰ء) سے ایک عرب سردار باقاعدہ ان اطراف کی ٹگرانی کرنے لگا اور آخروہ سن ۴۰ھ (سن ۲۲۳ء) میں مارا گیا۔ سن ۴۲ھ (سن ۲۲۵ء) میں امیر معاویہ نے مہلب نامی سردار کو سندھ کی سرحد کا ٹگر ان بنانے کا بھیجا اور اس کے بعد عربوں کی حکومت میں یہ ایک مستقل عہدہ قرار پا گیا۔

سن ۸۲ھ (سن ۷۰۵ء) میں دمشق کے تخت شاہی پر جب ولید اموی بیٹھا اور اسکی طرف سے حاج عراق و ایران و مکران و بلوچستان یعنی حکومت کے مشرقی مقبضات کا نائب مقرر ہوا تو اس نے ہندوستان اور ہندوستان کے جزیروں کے ساتھ اپنے تعلقات اور مضبوط کئے۔ عرب تاجر برابر آتے جاتے رہتے تھے مگر ساتھ ہی ساتھ ہندوستان کے اکثر ساحلوں سے بھری قزاق ان جہازوں پر ڈاکہ ڈالا کرتے تھے۔ چنانچہ الیبرونی کے زمانہ تک (سن ۴۲۳ھ) سومنات اور کچھ بھری ڈاکوؤں کی سب سے بڑی جائے پناہ تھی<sup>(۱)</sup> بہر حال واقعہ یہ ہے کہ انکا میں کچھ عرب سودا گر تجارت کرتے تھے۔ ان کا وہاں انتقال ہو گیا۔ انکا کے راجہ نے ان کی عورتوں اور بچوں کو ایک جہاز پر سوار کر کے عراق روانہ کیا۔ راستے میں سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب ڈاکوؤں نے اس پر چھاپہ مارا اور عورتوں کو پکڑ لیا۔ ان عورتوں نے اس مصیبت کے وقت حاج کی دہائی دی۔ حاج کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے سندھ کے راجہ داہر کو لکھ بھیجا کہ ان عورتوں کو حفاظت کے ساتھ میری پاس بھجوادو۔ راجہ نے معدرت کی کہ یہ دریائی ڈاکوؤں کا کام ہے جو ہمارے قبضہ میں نہیں۔ عراق کے نائب نے اس معدرت کو قبول نہ کیا۔ اسی دوران میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مکران سے کچھ عرب مجرم اور باغی بھاگ کر سندھ میں پناہ گزیں ہوئے اور انہوں نے راجہ داہر کی ماتحتی میں اپنا ایک جھانا بنا لیا۔ اس واقعہ نے بھی حاج کو مشتعل کیا۔ چنانچہ اس نے اپنے نوجوان سُلطنتِ محمد بن قاسم کی سرکردگی میں شیراز

سے چھ ہزار فوج سندھ روانہ کی اور کچھ فوج مع سامان کے دریائی راستہ سے سندھ کی طرف بھیجی اور اس کی مک کے لئے ایران کے پرانے راستے سے خشکی کی طرف سے بھی فوجیں بھیجیں۔ سنہ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم سندھ پہنچا اور تین برس کے عرصہ میں چھوٹے شمیر کی سرحد ملتان سے (عرب پنجاب کو چھوٹا کشمیر کہتے تھے) لیکر کچھ تک اور ادھر مالوہ کی سرحد تک قبضہ کر لیا اور پورے سندھ میں اس نے نہایت عدل و انصاف اور امن کی سلطنت قائم کر دی۔ راجہ داہر کے ساتھ مل کر جن ہندی سپاہیوں نے عربوں کا سب سے زیادہ مقابلہ کیا ان کا نام بلاذری نے جس نے سنہ ۲۵۵ھ (۸۵۵ء) میں اپنی کتاب لکھی ہے۔ تکارہ بتایا ہے جو ”یاہر“ کی عربی جمع ہے۔ سنہ ۹۶ھ میں ولید نے وفات پائی اور اس کی جگہ تخت پر سلیمان بیٹھا۔ اس کو جاج اور اس کے خاندان اور کارندوں کے ساتھ ذائقی عداوت تھی۔ اس لئے اس سال جاج کے مقرر کردہ دوسرے افسروں کے ساتھ محمد بن قاسم کو بھی اس نے سندھ سے واپس بلا لیا اور بالآخر اپنے ذاتی انتقام کے نشی میں اس کو قتل کر دیا۔ اس قتل کے اسباب میں راجہ داہر کی دو بیٹیوں کا افسانہ ذکر کے قابل نہیں کہ اس کی تزویہ بارہ ہو چکی ہے۔ بلکہ یہ اقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب قاسم سندھ سے واپس جانے لگا تو سندھ کی رعایا نے اپنے نیک دل اور عادل فائح کی جدائی میں آنسو بھائے اور اس کی یادگار میں اس کا بست بنا کر کھڑا کیا۔ (۱)

بہر حال اس کے بعد مختلف گورنریہاں مقرر ہو کر آتے رہے۔ سنہ ۱۰۷ھ میں جنید گورنر ہو کر آیا۔ یہ بلند حوصلہ افسر تھا۔ اس نے سندھ سے کچھ پر حملہ کیا۔ پہلے مردم آیا اور یہاں سے مانڈل اور پھر دریخ پہنچا اور وہاں سے بہر وچ کی بندرگاہ تک گیا اور اس کے ایک افسر نے اجین (مالوہ) تک دھاوا کیا اور وہاں سے پھر سید اور بھیل مال کو فتح کرتا ہوا گجرات پہنچا اور وہاں سے پھر سندھ واپس آ گیا مگر یہ تمام فتوحات کی حیثیت ایک گزر جانے والی آندھی سے زیادہ نہیں۔ سنہ ۱۳۳ھ (سنہ ۷۵۷ء) میں عربی حکومت کے دفتر کا ورق الٹ گیا۔ امویوں کی جگہ عباسی آئے شام کی بجائے عراق سلطنت کا صوبہ قرار پایا اور حکومت کا مرکز دمشق سے ہٹ کر بغداد چلا گیا۔ اس انقلاب نے ہندوستان کو عرب سلطنت کے مرکز سے بہت زیادہ قریب کر دیا۔ سنہ ۱۴۰ھ (سنہ ۷۵۹ء) میں ہشام سندھ کا گورنر ہو کر آیا۔ اس نے عمر بن جمل نام ایک

افسر کو جہازوں کا ایک بیڑا دے کر گجرات بھیجا۔ وہ لوٹ مار کر چند روز میں ناکام والپس آگیا اور آخر ہشام نے خود ایک بیڑا لے کر بھروچ کے قریب گندھار پر قبضہ کیا اور یہاں اس نے اپنی فتح کی یادگار میں ایک مسجد بنوائی۔ یہ اس ملک گجرات میں اسلام کا پہلا قدم تھا اور سنده کے علاوہ ہندوستان میں یہ پہلی مسجد تھی۔

منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا۔ اس کے حکم سے عبد الملک نے گجرات پر پہلا حملہ کیا اور سنہ ۱۶۰ھ (سنہ ۷۷۷ء) میں بار بدو جس کا ہندی نام بھار بھوت ہے اور جو بھروچ کے قریب ہے اس کو فتح کیا لیکن فوج میں اتفاقاً وبا پھوٹ گئی جس میں ایک ہزار سپاہی مر گئے۔ اس سانحہ سے پریشان ہو کر عرب اٹے پاؤں پھر گئے۔

بغداد کی سلطنت متعصّم بالله عبادی تک جس کی وفات سنہ ۲۷ھ میں ہوئی مضبوط رہی اور اس کے بعد روز بروز ایسی کمزور ہوتی گئی کہ اس کا تعلق سنده اور ہندوستان سے ٹوٹ گیا۔ کچھ دن تک عرب امراء یہاں خود مختار بنے رہے لیکن بالآخر ہندوراجاؤں نے پھر قبضہ کر لیا اور بعد کو صرف دو مشہور عرب ریاستیں یہاں قائم رہ گئیں جن میں ایک ملتان میں تھی اور دوسری سنده کے عربی شہر منصورہ میں۔ یہاں یہ واقعہ ذکر کے قابل ہے کہ ان ہندوراجاؤں نے بھی مسلمان رعایا کے ساتھ رoad اری کا برتاو کیا اور ان کی مسجدوں کو اسی طرح اپنی جگہ پر برقرار رہنے دیا۔<sup>(۱)</sup>

### سنديوں کی شکست کاراز

اس سے پہلے کہ آگے بڑھیں یہ معلوم کرنا ہے کہ چند ہزار عربوں کی فوج جو دور دراز راستوں سے آئی ہوا یک ہی حملہ میں اس ملک پر کیونکر قابض ہو گئی۔ سنديوں کی شکست بھی میرے نزدیک اسی ایک سبب کا نتیجہ ہے۔ جس کے ذریعہ سے دنیا میں ہر قوم دوسری قوم کی حکوم بنی ہے۔ عربوں کے بیانات سے یہ قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت یعنی پہلی صدی ہجری کے آخر اور آٹھویں صدی عیسوی کے اوپر میں سنده میں بودھہ نمہب کا رواج تھا۔ اہل عرب بودھوں کو سینیہ کہتے تھے (اس لفظ پر آئندہ بحث ہوگی) تمام جغرافیہ نویسوں نے یہاں بدھ<sup>(۲)</sup> نام ایک آبادی کا ذکر کیا ہے جس کا صحیح نام

-۱ یہ تمام واقعات فتوح البلدان میں ہیں۔

-۲ بشاری مقدسی اور ابن حوقل ذکر سنده